زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں؟

کیا زکاۃ علمی و اشاعتی اداروں کو دی جا سکتی ہے؟

مولانا محمد شہاب الدین ندوی، جنرل سکریٹری فرقانیہ اکیڈمی، بنگلور

(۴)

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خود اس حکم پر پوری طرح عمل کیا، بلکہ اپنی امت کو بھی تعلیم دی کہ جس شخص تک جو بات بھی پہنچ جائے وہ دوسروں کو بھی بے کم و کاست بتا دے۔ (فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ) نیز یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی دین کی کسی بات کو چھپائے گا تو قیامت کے دن اسے آتشیں لگام پہنائی جائے گی۔

مَنْ كَتَمَ عِلْمًا مِمَّا يَنْفَعُ اللّٰهُ بِهِ فِي أَمْرِ النَّاسِ، أَمْرِ الدِّيْنِ، أَلْجَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ: جس کسی نے اس علم کو چھپایا جس کے ذریعہ اللہ لوگوں کے معاملات میں نفع پہنچاتا ہے یعنی دین کا معاملہ، تو اللہ ایسے شخص کو قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائے گا۔ ۳۳۳

۳۳۳۔ سنن ابن ماجہ ۹۶/۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

خلط مبحث :-

۶۔ ہمارے علماء اور شارحین کی عام روش یہ ہوتی ہے کہ قرآن اور حدیث کی تفسیر و تشریح میں بعض موقعوں پر خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے کسی لفظ یا فقرہ کی کسی بھی ادنیٰ مناسبت کی بناء پر اس کے ما لہ و ما علیہ (یعنی متعلقہ تمام مسائل) کی تشریح کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اصل نکتہ ذہن سے نکل جاتا ہے اور مسائل کا ایک "ڈھیر" سامنے آ جاتا ہے۔ تو مسائل کے اس ڈھیر میں کام کی بات تلاش کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، جس کے باعث بسا اوقات مغالطے پیش آ سکتے ہیں۔

اور اس سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے متقدمین جب کوئی بات بطور شرح بیان کرتے ہیں۔ (اگرچہ وہ ان کی ذاتی رائے ہی کیوں نہ ہو) تو متاخرین مزید غور و خوض کئے بغیر اس رائے کو ایک "مقدس شرح" تصور کرتے ہوئے اُسے محض نقل کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مختلف حدیثوں کا جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے ان پر مجموعی اور استقرائی حیثیت سے مفسرین اور شارحین حدیث بحث ہی نہیں کرتے، اس سلسلے میں اگر کوئی استثناء ہے تو وہ صرف علامہ حافظ ابن حجرؒ کا ہے۔ جو بجا طور پر بخاری شریف کے عظیم ترین شارح کہلانے کے مستحق ہیں، چنانچہ موصوف جب امام بخاریؒ کی حدیثوں کی شرح کرنے بیٹھتے ہیں تو پورے ذخیرۂ حدیث کو قاری کے سامنے پیش کر دیتے ہیں، کہ اس موضوع پر کن کن کتابوں میں کیا کیا حدیثیں موجود ہیں۔ اور وہ کس درجے کی ہیں۔ مگر اس سلسلے میں مشکل یہ ہے کہ وہ صرف بخاری کی حدیثوں اور ان کے متعلقات ہی کی شرح کرتے ہیں، اور صحاح ستہ (حدیث کے چھ صحیح ترین مجموعے) کی بقیہ کتابوں کو ابن حجر جیسا شارح نہیں مل سکا، اس لحاظ سے ملتِ اسلامیہ کی بدقسمتی یہ ہے کہ جو احادیث بخاری کے علاوہ اور ان سے غیر متعلق ہیں ان کے بارے میں کوئی جامع کلام یکجا طور پر نہیں ملتا۔ اور پھر دیگر شارحین حدیث گونا گوں غرضوں کی وجہ سے

مسائل بجائے سلجھنے کے اُلجھ کر رہ جاتے ہیں ۔

غرض مطلب یہ کہ غیر متعلق شرح و تفسیر کی وجہ سے بسا اوقات مسائل غلط ملط ہو کر مشتبہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ زیر بحث حدیث ہی کے بارے میں دیکھئے شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری حنفیؒ نے " بعثا فی سبیل اللہ " کی تشریح کرتے ہوئے مسائل کو کس طرح گڈمڈ کر دیا ہے - چنانچہ وہ تحریر کرتے ہیں ۔

أي المجاهد منقطع عن الغزو أو الحج ، ويؤيده أنه فسر أحمد سبيل الله في الآية بسفر الحج للخبر الصحيح ان الحج في سبيل الله واختاره محمد من اصحابنا ، لكن في الاستدلال المذكور بحث للجمهور :-

یعنی اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو غزوہ یا حج سے کٹ گیا ہو، اور اس کی تائید امام احمدؒ کی تفسیر سے بھی ہوتی ہے جس کو انہوں نے آیت (مصارف) میں سبیل اللہ کے سلسلے میں کی ہے ، جو حدیث صحیح کی رو سے سفر حج کے بارے میں ہے کہ حج بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے، اور ہمارے اصحاب میں سے اس کو امام محمدؒ نے اختیار کیا ہے ۔ لیکن اس استدلال میں جمہور کی بھی بحث ہے ۔ ۳۷

دیکھئے اول تو اس بحث کا یہاں پر کوئی موقع ہی نہیں تھا ، مگر پھر یک نہ شد دو شد کے مصداق " غازی " سے مراد صرف " دشمنوں سے لڑنے والا " ہونا ہی ضروری نہیں رہا ۔ بلکہ حج کرنا بھی غزوہ کی ایک قسم پا گیا ، (یعنی فی سبیل اللہ کی ایک قسم) اور پھر طرفہ تماشہ یہ کہ اس تشریح کی رو سے کوئی بھی مالدار شخص رہا ہے وہ کتنا ہی بڑا مالدار کیوں نہ ہو) غزوہ تو درکنار خود حج کے لئے بھی زکاۃ کی رقم لے سکتا ہے اس طرح آیت قرآنی " من استطاع الیہ سبیلا " (یعنی صرف اس شخص پر فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو) کا مفہوم بھی غلط ہو جاتا ہے ۔ دیکھئے ایک مغالطہ

---

۳۷ ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۲۴۹ ، مطبوعہ دہلی

کی بنا پر کتنا بڑا اتنا تقنی پیش آ سکتا ہے، اور پھر یہ بھی سوچئے کہ جب مالدار لوگ جہاد کے بجائے زکوٰۃ کی رقم طلب کرنے لگ جائیں، تو پھر دینے والا کون ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب غلط بحث کا نتیجہ ہے۔

ایک صریح تناقض :۔

۷۔ اگر بالفرض یہ بات بھی لیا جائے کہ حدیث زیر بحث میں آیت قرآنی کی تفسیر ہی مقصود ہے تو پھر فی سبیل اللہ میں حج کو داخل کرنا غلط اور باطل ہو جائے گا، کیونکہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فی سبیل اللہ کی تفسیر خود ہی غازی کے لفظ سے فرما دی ہے تو اب کسی دوسرے مفہوم کو اس میں داخل کرنا ایک صریح تناقض قرار پائے گا، جو حکمت و دانائی کے تقاضے کے خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی حکیم و دانا شخص کے کلام میں اس قسم کا تعارض و تضاد نہیں پایا جا سکتا، حالانکہ صحیح حدیثوں کے مطابق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف حج کو فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے بلکہ اُسے دوسری طرف جہاد بھی قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے، اس طرح دو طرفہ طور پر اس کی تشریح فرمائی ہے، جسے آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح بعض صحیح حدیثوں کی رُو سے خود تعلیم و تدریس کے بارے میں بھی ایسی ہی حدیثیں موجود ہیں، جن کی رُو سے متعلمین اور معلمین بھی نہ صرف فی سبیل اللہ میں شامل ہیں بلکہ وہ مجاہدین کے بھی ہم مثل ہیں۔ تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔ جب زبان نبوت نے فی سبیل اللہ کا مصداق متعدد چیزوں کو قرار دیا ہے، تو پھر کسی ایک ہی چیز پر اصرار کرنا نہ صرف ایک بے دلیل دعویٰ ہے بلکہ یہ بات حدیث رسولؐ سے ناواقفیت کا بھی ایک ثبوت ہے۔ لہٰذا اس قسم کا کوئی بھی دعویٰ کرنے سے پہلے حدیث رسول کا استقرائی حیثیت سے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ ورنہ پھر دین و شریعت بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیں گے، استقرار کا مطلب ہے کسی موضوع سے متعلق کلی حیثیت سے تمام چیزوں کا مطالعہ، اس اعتبار سے اگر کوئی ایک چیز

کسی دوسرے کے مخالف مل جائے تو پھر استقراء باطل ہو جائے گا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، حدیث زیر بحث اصلاً معاملت (کا قیاً فی سبیل اللہ کا مفہوم متعین کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ ایک مالدار شخص کو زکوٰۃ کے مستحق ہونے کی شکلوں کے بارے میں ہے۔ اور چونکہ اس کی ایک شکل "فی سبیل اللہ غزوہ کرنے" کی بھی ہے۔ اس لئے یہاں پر ضمناً اور اشارتاً یہ بات ہوتی ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ کا مفہوم بھی شامل ہے مگر اس سے فی سبیل اللہ کا واحد مفہوم غزوہ یا جہاد قرار دینا قرآن اور حدیث سے کامل جہالت کا ثبوت ہے، جو خلاف استقراء ہے۔ کیونکہ ایک تو اس حدیث میں اس قسم کی کوئی تصریح موجود نہیں ہے کہ یہ فی سبیل اللہ کا واحد مفہوم ہے، اور نہ ہی منطقی اعتبار سے یہ مفہوم ثابت کیا جا سکتا ہے۔ جب کہ اس کے برخلاف حال یہ ہے کہ خود نبی رسالت نے دیگر امور کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل قرار دیا ہے۔

حج بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔

۸۔ اس موقع پر حج کے فی سبیل اللہ اور جہاد میں شامل ہونے کے بارے میں بعض دلائل کی وضاحت کی جاتی ہے، تاکہ اس مسئلے کے تمام گوشے پوری طرح روشنی میں آجائیں اور شکوک و شبہات کا پردہ چاک ہو، چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب الزکاۃ میں ایک باب اس طرح باندھا ہے (جو دراصل سورۂ توبہ کی آیت ۶۰ کا ایک ٹکڑا ہے)

"وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ" یعنی زکاۃ گردن چھڑانے کے لئے (غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے) قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں دی جائے"

اور پھر اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ کے اس مسلک کو (تعلیقاً) نقل کیا ہے کہ وہ زکاۃ کی رقم سے غلاموں کو آزاد کرانے اور حج کے لئے دینے کے قائل تھے، ش۳۰

ش۳۰ :۔ صحیح بخاری ۱۲۸/۲ ۔ بقول حافظ ابن حجر اس حدیث کو ابو عبیدہ نے اپنی کتاب "الاموال" میں موصولاً روایت کیا ہے، دیکھئے فتح الباری ۳۳۱/۳ مطبوعہ دار الافتاء ریاض۔

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُعْتِقُ مِنْ زَكَاةِ مَالِهِ وَيُعْطِي فِي الْحَجِّ ۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے مذکور ہے کہ کوئی شخص اپنے مال زکاۃ سے غلام آزاد کر سکتا ہے اور حج کے لئے بھی دے سکتا ہے۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے امام حسن بصریؒ کا مسلک بھی بیان کیا ہے کہ وہ بھی زکاۃ کی رقم سے مجاہدین کے علاوہ اس شخص کو بھی دینے کے قائل تھے جس نے ابھی حج نہ کیا ہو،

وَيُعْطِي فِي الْمُجَاهِدِينَ وَالَّذِي لَمْ يَحُجَّ، ثُمَّ تَلَا إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ الْآيَةَ [illegible] کوئی شخص زکاۃ کی رقم مجاہدین کو دے سکتا ہے اور اس کو بھی جس نے ابھی حج نہ کیا ہو پھر اس کے بعد موصوف نے یہ آیت پڑھی، إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۔ زکاۃ محتاجوں مسکینوں، وصول کرنے والوں، نو مسلموں، غلامی سے آزادی حاصل کرنے والوں، قرض داروں، اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں اور مسافروں کا حق ہے۔ (توبہ: ٦٠)

نیز امام بخاری نے ابو لاسؓ صحابی (جن کا اصل نام زیاد خزاعیؓ تھا) سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں زکاۃ کے اونٹوں پر سوار کرا کے حج کرایا۔

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي لَاسٍ حَمَلَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ لِلْحَجِّ ۔ ابو لاسؓ سے مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں زکاۃ کے اونٹوں پر حج کے لئے سوار کرایا۔ [illegible]

حضرت ابو لاسؓ کی یہ حدیث صحیح ابن خزیمہ اور مسند احمد بن حنبل میں موصولاً مذکور ہے جو علامہ ناصر الدین البانی کی تصریح کے مطابق حسن درجہ کی ہے [illegible] اور بقول علامہ شوکانی

[illegible] ۔ صحیح بخاری ٢/١٢٨ ۔

[illegible] ۔ صحیح ابن خزیمہ ٤/٧٠، تحقیق از ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی، مطبوعہ بیروت، مسند احمد بن حنبل ٤/٢٢١ المکتب الاسلامی بیروت

امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ ۱۳۹

اور امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں ایک آیت قرآنی "وقاتلوھم حتیٰ لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ" (اور تم مشرکین سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے) کے تحت حضرت ابن عمرؓ سے دو روایتیں نقل کی ہیں، کہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابی مذکور دور رسالت کے بعد جہاد کی احادیث کے سہارے قتال کو نہیں سمجھتے بلکہ وہ فی سبیل اللہ میں بجائے جہاد کے حج کو شمار کرتے تھے، اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کے دور میں جہاد کے مقاصد بدل گئے تھے، لہٰذا آپ اپنے دور کے فتنوں کے پیش نظر بجائے جہاد کو فرض یا واجب قرار دینے کے جہاد کو ایک فتنہ تصور فرماتے تھے۔ یہ حدیثیں چونکہ کافی طویل ہیں اس لئے اس موقع پر آپ کا صرف ایک جملہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لئے اہل علم مذکورہ بالا حدیثوں کی طرف مراجعت کر سکتے ہیں۔

أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ؟ فَقَالَ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ، وَكَانَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ، وَأَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تُقَاتِلُوْا حَتّٰى تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِغَيْرِ اللّٰهِ؟

پوچھنے والوں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ کفار و مشرکین سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (شرک و کفر) باقی نہ رہے؛ تو آپ نے فرمایا (ہاں) ہم نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہا اور پورا دین اللہ کا ہو گیا۔ مگر اب تم چاہتے ہو کہ ہم جنگ کریں تاکہ فتنہ (مسلمانوں کے درمیان انتشار) برپا ہو جائے۔ اور دین غیر خدا کا ہو جائے۔ ۱۴۰

حضرت ابن عمرؓ کا یہ بیان اسباق و بصائر سے بھرپور ہے جو ہر قسم کی غلط فہمیاں

۱۳۹ھ دیکھئے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ۴/۲۳۸ مطبوعہ ریاض۔

۱۴۰ھ صحیح بخاری کتاب التفسیر ۵/۱۵۷ مطبوعہ استانبول۔

دور کرنے کے لئے ایک تازیانہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین حج کے فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا نہیں تھے، بلکہ وہ پورے شعور کے ساتھ اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب صحابہ کرام کے عمل اور ان کے فتاویٰ سے یہ بات ثابت ہو گئی تو اب .... سبیل اللہ کا واحد مفہوم غزوہ و قتال نہیں رہا، اسی بنا پر فقہاء میں امام محمدؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ اس کے قائل ہیں کہ فی سبیل اللہ میں حج بھی داخل و شامل ہے۔ اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثیں مروی ہیں جن سے امام محمد اور امام احمد نے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ کی دلیل بقول امام زیلعیؒ یہ ہے:

أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَرَ رَجُلًا جَعَلَ بَعِيرًا لَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَنْ يَحْمِلَ عَلَيْهِ الْحَاجَّ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کو جس نے اللہ کی راہ میں اپنا اونٹ وقف کر رکھا تھا حکم دیا کہ اس حاجی کو سوار کرائے۔ ۱۲؎

اور اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ام معقل اسدیہؓ (صحابیہ) سے مروی ہیں اور انہیں متعدد محدثین مثلاً ابو داؤدؒ، احمد بن حنبلؒ، حاکمؒ، ابن خزیمہؒ اور طبرانیؒ نے کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو داؤدؒ کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَتْ كَانَ أَبُو مَعْقِلٍ حَاجًّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَتْ أُمُّ مَعْقِلٍ، قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ عَلَيَّ حَجَّةً. فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ حَتَّى دَخَلَا عَلَيْهِ. فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ عَلَيَّ حَجَّةً وَإِنَّ لِأَبِي مَعْقِلٍ بَكْرًا. قَالَ أَبُو مَعْقِلٍ صَدَقَتْ جَعَلْتُهُ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطِهَا فَلْتَحُجَّ عَلَيْهِ

۱۲؎ نصب الرایہ الزیلعی ۳۹۵/۲، مطبوعہ سورت ۱۳۵۰ھ

فَاِنَّہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔

اُمّ معقل رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ابو معقل رضی اللہ عنہ (ام معقل کے شوہر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے نکلنے والے تھے۔ جب وہ گھر آئے تو اُمّ معقل رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ مجھ پر بھی حج فرض ہو چکا ہے (لہٰذا میں بھی اس سفرِ حج میں آپ کے ساتھ ہونا چاہتی ہوں)، اس پر دونوں میاں بیوی میں نزاع ہو گیا، تو دونوں نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور ام معقل نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ پر حج فرض ہے اور ابو معقل کے پاس ایک جوان اونٹ موجود ہے۔ (لہٰذا آپ مجھے وہ اونٹ دلا دیجئے) اس پر ابو معقل نے کہا کہ اُمّ معقل ٹھیک کہتی ہے کہ میرے پاس اونٹ موجود ہے، مگر میں نے اسے اللہ کے راستے میں (فی سبیل اللہ) وقف کر رکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم وہ اونٹ ام معقل کو دے دو تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر حج کر سکیں۔ کیونکہ حج فی الواقع فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ ۲۲ھ

امام حاکم کی تصریح کی رو سے یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اس پر نقد کرتے ہوئے اس حدیث کے ایک راوی (ابراہیم بن مہاجر) کو متکلم فیہ بتایا ہے۔ ابو داؤد میں اس مضمون کی تین روایتیں مذکور ہیں، جن میں سے پہلی روایت وہ ہے جو اوپر مذکور ہے، اور اس سلسلے کی دوسری روایت خود ام معقل رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے، وہ علامہ ناصر الدین البانی کی تصریح کے مطابق صحیح ہے چنانچہ وہ اپنے مرتب شدہ صحیح ابو داؤد کے نسخے میں اس بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

۲۲ھ- یہ حدیث الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ حسب ذیل کتب حدیث میں مذکور ہے۔
سنن ابو داؤد کتاب الحج ۲/۲۰۵ مطبوعہ حمص، مسند احمد ۶/۴۰۵ دارالفکر بیروت، مستدرک حاکم، ۱/۴۸۲ دارالمعرفہ بیروت، صحیح ابن خزیمہ ۴/۷۲/۳۴، المکتب الاسلامی بیروت اور طبرانی بحوالہ نصب الرایہ ۳/۳۹۶-۳۹۷-

"حدیث صحیح و فی اسنادہ اختلاف و جہالۃ"[۵۳] اور یہی حدیث صحیح ابن خزیمہ میں بھی موجود ہے جس میں مذکورہ بالا راوی (ابراہیم بن مہاجر) موجود نہیں ہیں۔ اور ابوداؤد کی تیسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بہر حال ان تمام حدیثوں کا مضمون تقریباً یکساں ہے، لہٰذا اگر کسی روایت میں کچھ ضعف ہو بھی تو وہ مجموعی اعتبار سے دور ہو جاتا ہے، اور پھر اس کی تائید دیگر روایات اور خاص کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے فتاویٰ سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ تفصیل اوپر بخاری کے حوالے سے گزر چکی ہے، لہٰذا مجموعی اعتبار سے یہ حدیثیں قابل استناد ہیں۔ چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ان حدیثوں پر کلام کرنے کے باوجود حج کے فی سبیل اللہ میں داخل ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

"وأحادیث الباب تدل علی أن الحج والعمرۃ من سبیل اللہ و أن من جعل شیئاً من مالہ جاز لہ صرفہ فی تجہیز الحجاج و المعتمرین" اس باب کی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حج اور عمرہ بھی سبیل اللہ میں سے ہے۔ اور جس شخص نے اپنا کچھ مال (اس مد میں) وقف کرے تو وہ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی تیاری پر صرف کرنا جائز ہوگا۔[۵۴]

بہر حال ان روایات میں جو خاص الفاظ مذکور ہیں وہ نہایت درجہ قابل غور ہیں جو یہ ہیں:

پہلی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"أَعْطِهَا فَلْتَحُجَّ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ فِي سَبِيْلِ اللهِ" وہ اونٹ ام معقل رضی اللہ عنہا کو دیدو تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر حج کرسکیں کیونکہ حج فی الواقع فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔[۵۵]

۵۳۔ حاشیہ صحیح ابن خزیمہ، از ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی ۴/۷۲۔
۵۴۔ نیل الاوطار ۴/۲۳۶-۲۳۹، مطبوعہ ریاض۔
۵۵۔ سنن ابی داؤد کتاب الحج ۲/۵۰۳، مطبوعہ حمص دمشق

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شارح ابو داؤد مولانا خلیل احمد سہارنپوری تحریر کرتے ہیں: ولعلہ أبا معقل ظن أن في سبيل الله يختص بالجهاد یعنی شاید ابو معقل نے یہ گمان کر لیا تھا کہ فی سبیل اللہ جہاد کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید میں یہ بات فرمائی۔[1]

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَهَلَّا خَرَجْتِ عَلَيْهِ فَإِنَّ الْحَجَّ فِي سَبِيلِ اللهِ - اے ام معقل تم اس اونٹ پر سوار ہو کر کیوں نہیں نکلیں، کیونکہ حج واقعی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔[2]

واضح رہے کہ ان دونوں روایات میں لفظ "ان" تاکید پر دلالت کر رہا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہونا چاہیے۔ اور تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَحْجَجْتَهَا عَلَيْهِ كَانَ ذَالِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ: جان لو اگر تم اس اونٹ پر اپنی بیوی کو سوار کرا کے حج کرا دیتے تو یہ بات فی سبیل اللہ میں ہوتی۔[3]

نیز مسند احمد اور مستدرک حاکم کے الفاظ اس طرح ہیں۔

اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ مِنْ سَبِيلِ اللهِ: حج و عمرہ فی سبیل اللہ میں سے ہیں۔[4]

یہ تھا امام محمدؒ کی دلیل کی تشریح و توضیح جس کی طرف علامہ زیلعیؒ نے [illegible] کے حوالے سے اشارہ کیا ہے۔[5] اور امام احمد بن حنبلؒ کی دلیل خاص کر حضرت عبداللہ بن عمر

---

[1] بذل المجہود فی حل ابی داؤد ۹/۳۱۲ مطبوعہ مکہ مکرمہ، ۱۳۹۴ھ
[2] ابو داؤد ۲/۵۰۴، صحیح ابن خزیمہ ۴/۳۶
[3] ابو داؤد ۲/۵۰۵۔
[4] مسند احمد ۶/۴۰۶، مستدرک حاکم ۱/۴۸۲۔

کے اس فتوے پر جس کو انہوں نے اپنی مسند میں اس طرح نقل کیا ہے۔

امام ابن سیرین" (جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے بطور مفتی بہت سے سوالات کرتے ہیں، جن میں سے ایک حج کے فی سبیل اللہ میں شامل ہونے کے بارے میں اس طرح ہے:

ثُمَّ قُلْتُ: رَجُلٌ أَوْصَى بِمَالٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، أَيُنْفَقُ مِنْهُ فِي الْحَجِّ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ فَعَلْتُمْ كَانَ مِنْ سَبِيلِ اللهِ: پھر میں نے کہا کہ ایک شخص نے اللہ کی راہ میں کچھ مال کی وصیت کی ہے۔ تو اس میں سے کچھ حج میں بھی خرچ کیا جا سکتا ہے؟ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں لو اگر تم ایسا کرو گے تو وہ فی سبیل اللہ میں ہوگا[اله]

مسند احمد کے شارح شیخ احمد محمد شاکر نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن سیرین کی اس حدیث کا تذکرہ امام البغویؒ نے شرح السنۃ میں بھی مختصر طور پر کیا ہے۔ اور شرح السنۃ کے حاشیہ نگاروں (زہیر شاویش اور شعیب ارناؤوط) نے اپنے حواشی میں تصریح کی ہے کہ اس حدیث کو ابو عبیدہ نے "کتاب الاموال" میں درج کیا ہے، جس کی اسناد صحیح ہے۔[۲ہ]

حاصل یہ کہ جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تردید پوری صراحت کے ساتھ کر دی کہ فی سبیل اللہ جہاد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے کے مطابق اپنے فتاویٰ پورے شرح کے ساتھ صادر کیے ہیں، تو اب کسی شخص کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ فی سبیل اللہ صرف جہاد اور وہ بھی عسکری جہاد مراد لینے پر اصرار کرے، اور اس کا انکار کرنے والوں کا سر اپنے زور قلم سے قلم کرنے کے درپے ہو جائے۔؟

اله: مسند احمد ایڈٹ کردہ احمد محمد شاکر، ۷/۱۳۶، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۴۷۶۸/ ۱۹۴۹ء

۲ہ: شرح السنۃ امام البغوی ۶/۹۴، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ

اس موقع پر سوال یہ نہیں ہے کہ فی سبیل اللہ میں حج شامل ہے یا نہیں؟ بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ جب فی سبیل اللہ کے الفاظ مطلقاً بولے جائیں تو اس سے صرف جہاد مراد ہوگا یا اور بھی؟ تو ظاہر ہے کہ اس میں اہم ترین نکتہ یہی ہے۔ مگر جب خود شارع علیہ السلام نے یہ فرمادیا کہ حج بھی اسی میں شامل ہے تو اس سے یہ واضح ہوا۔ غلط ہے یہ بات کہ فی سبیل اللہ مطلق (بغیر کسی قرینے کے) ہونے کی صورت میں صرف جہاد ہی مراد ہوسکتا ہے جیسا کہ معترض کا دعویٰ ہے، پورے قرآن میں اس قسم کے اطلاق کی کوئی ایک مثال بھی نہیں تھی اور جو واحد مثال مل سکتی تھی (یعنی سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۶۰) وہ مطلق ہے۔ اور جب شارح قرآن نے صاف صاف بتادیا کہ فی سبیل اللہ کے الفاظ مطلق ہونے کے باوجود جہاد کی تحدید نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اگر کوئی یہ گمان کرتے ہوئے کہ فی سبیل اللہ سے صرف جہاد مراد ہے، اس مد میں کوئی چیز وقف کردے، تب بھی اُسے حج کے مصارف میں خرچ کرنا صحیح ہوگا، تو پھر اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا گویا کہ حدیث رسول ﷺ کے مقابلے میں اپنی فاسد رائے کو ترجیح دینا ہے۔

غرض یہی وہ حدیثیں ہیں جو فقہائے کرام کے اختلاف کی بنیاد ہیں۔ مگر ان حدیثوں کو کوئی نام نہاد محقق اپنے فاسد قیاس سے رد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ قرآن و حدیث کی تصریحات (نصوص) کے مقابلے میں قیاس کرنا اصولی اعتبار سے ایک باطل موقف ہے، جو دین میں مذموم ہے۔ چنانچہ اس قسم کے فاسد قیاس کی مذمت بعض حدیثوں میں اس طرح کی گئی ہے۔

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: وَاللّٰهِ لَئِنْ اَخَذْتُمْ بِالْمَقَايِيْسِ لَتُحَرِّمُنَّ الْحَلَالَ وَلَتُحِلُّنَّ الْحَرَامَ: امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم قیاس کو اختیار کروگے تو پھر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کربیٹھوگے۔[۲۱]

قَالَ الشَّعْبِيُّ: مَا حَدَّثُوْكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

[۲۱] سنن دارمی، ۱/۶۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[illegible] تحدثونهم [illegible] فألقه في الحش

امام شعبیؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کریں تم انہیں [illegible] اپنی رائے سے بیان کریں اُسے ٹٹی میں ڈال دو۔

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک جہاد کی طرح حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اس کی وجہ صبر و استقامت ہے جو ان دونوں میں مشترک ہے، چنانچہ موصوف بطور "نص" و اجماع ان دونوں کو سبیل اللہ میں سے مانتے ہیں۔

فأما الجهاد فهو أعظم سبيل الله بالنص والإجماع. وكذلك الحج في الأصح كما قال: "الحج من سبيل الله"

واضح رہے کہ اس موقع پر علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے دور کے لحاظ سے جہاد ... کو فی سبیل اللہ کا سب سے بڑا مصداق قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح حج کو بھی اس کے مطابق کہا ہے۔ مگر موصوف نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ سبیل اللہ میں صرف یہی دو چیزیں شامل و داخل ہیں، کیونکہ ہر محقق صرف اپنے ہی دور کے احوال و کوائف سے بحث کرتا ہے۔ بہرحال اس موقع پر علامہ ابن تیمیہؒ نے حج کو بھی جہاد ہی کی طرح قطعی طور پر سبیل اللہ میں داخل قرار دے کر ان تمام "محققین" کا منہ بند کر دیا ہے، جو حج کے سبیل اللہ میں داخل ہونے کے منکر ہیں، خاص کر ڈاکٹر یوسف قرضاوی، علامہ رشید رضا اور ان دونوں کی اتباع کرنے والے ہمارے معترض کا بھی یہی حال ہے۔ انہوں نے قاضی ابن العربی مالکیؒ کی ایک عبارت پر آنکھ بند کر کے ایمان لاتے ہوئے دعویٰ کر دیا ہے کہ حج کو فی سبیل اللہ قرار دینے سے دین میں رخنہ اور شریعت میں شگاف پڑ جاتا ہے [illegible] ظاہر ہے کہ [illegible] دیئے۔ صحابہ کرامؓ کے فہم و قیاس اور ان کے فتاویٰ

[illegible]، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[illegible] فتاویٰ ابن تیمیہ [illegible]، مطبوعہ دار الافتاء ریاض

دیکھئے ماہنامہ الفرقان، بابت اگست ۱۹۸۱ء ص ۲۱، ۲۲-

کے خلاف اس قسم کا فاسد خیال وہی ظاہر کر سکتا ہے جو اسلام زدہ [illegible] کے افکار کو آنکھ بند کرکے نقل کرنے کا عادی ہو۔

بہر حال یہ پوری بحث قاضی ابن العربی کے خلاف ایک [illegible] کو سبیل اللہ میں داخل کرنے کے قائل نہیں ہیں، بلکہ سختی کے ساتھ اس کا انکار کرتے ہیں[1]۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا انہی کے قول کو رشید رضا، یوسف قرضاوی اور خود معترض بلا تحقیق پیش کرکے صحیح حدیثوں کا انکار کرنے کے مرتکب بنے ہیں۔ ابن تیمیہ کے نزدیک سبیل اللہ میں جہاد جس قوت کے ساتھ داخل ہے بالکل اسی قوت کے ساتھ حج بھی داخل ہے۔ لہٰذا فی سبیل اللہ سے حج مراد ہونا کوئی ضعیف یا مرجوح قول نہیں ہے۔ اور جب یہ دونوں اقوال مساویانہ طور پر اس میں داخل ہیں تو پھر کسی ایک مسلک کی تغلیط کرنا صحیح نہیں ہے۔ دورِ قدیم میں یہی دو مسلک مشہور و معروف رہے ہیں۔ مگر فی سبیل اللہ کا مصداق صرف انہی دو چیزوں کو قرار دینا صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اصولِ صحیحہ کی رو سے کسی تیسرے مسلک کی بھی گنجائش نکل سکتی ہے۔ خاص کر جب کہ یہ مسلک قرآن اور حدیث کے دلائل سے بخوبی ثابت ہو جائے۔ چنانچہ اس پر تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔

اوپر جو بحث پیش کی گئی وہ اس بارے میں تھی کہ حج سبیل اللہ میں داخل ہے یا نہیں؛ مگر اب اس موقع پر چند ایسی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن میں صاف صاف صراحت موجود ہے کہ حج کو نہ صرف فی سبیل اللہ بلکہ بجائے خود جہاد بھی کہا گیا ہے۔ ان حدیثوں کے ملاحظہ سے اس موضوع پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے اور حقیقت حال پر پڑی ہوئی بعض دبیز تہیں سرک جاتی ہیں، اور غلط فہمیوں کے بادل پوری طرح چھٹ جاتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ:

---

[1] دیکھیے احکام القرآن، قاضی ابوبکر ابن العربی ۲/۹۶۶ دار المعرفۃ بیروت

يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ؟ قَالَ لَا، لَٰكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں تو کیا ہم بھی جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، ہمارے لئے افضل ترین جہاد حج مبرور ہے۔ ۸

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهُ نِسَاؤُهُ عَنِ الْجِهَادِ، فَقَالَ نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ازواج نے جہاد کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حج کیا خوب جہاد ہے۔ ۹

اَلْحَجُّ جِهَادٌ وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفلی (عبادت) ہے۔ ۱۰

اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین و شریعت میں جہاد کے بعد حج کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اصل میں سفر حج میں جو مشقت پیش آتی ہے اور مناسک حج کی ادائیگی میں نفس کے ساتھ جو مجاہدہ کرنا پڑتا ہے وہ گویا کہ جہاد کے لئے ایک تربیت کی حیثیت رکھتا ہے، اس وجہ سے اسے جہاد قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس نکتہ کی طرف حافظ ابن حجر نے اشارہ کیا ہے۔ وَسَمَّاهُ جِهَادًا لِمَا فِيهِ مِنْ مُجَاهَدَةِ النَّفْسِ۔ ۱۱

بہرحال دین و شریعت میں ترتیب کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہمیت ۔۔۔

۸: صحیح بخاری کتاب الحج ۲/۱۴۱۔

۹: ایضاً کتاب الجہاد ۳/۲۲۱

۱۰: سنن ابن ماجہ کتاب المناسک ۲/۹۹۵، مطبوعہ بیروت

۱۱: فتح الباری ۳/۳۸۲، مطبوعہ دار الافتاء ریاض

ایمان باللہ کی ہے۔ پھر اس کے بعد جہاد کی اور پھر اس کے بعد حج کی جیسا کہ حدیث میں ہے یہ نکتہ پوری طرح منکشف اور عیاں ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، قِيلَ ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ[۱۲]

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ افضل ترین عمل کونسا ہے؟ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا، دریافت کیا گیا کہ اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، پوچھا گیا کہ پھر اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا کہ حج مبرور۔

یہ ہے دین و شریعت میں حج کی اہمیت فی سبیل اللہ اور جہاد کے نقطۂ نظر سے۔ اور اس سلسلے میں کچھ مزید نکات کی طرف اگلے صفحات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ رموز و نکات اسی پر واضح ہو سکتے ہیں جو بیدار مغز اور حقیقت پسندانہ نقد و نظر سے دین و شریعت کے اصول و معارف کا جائزہ لے کر ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کی کوشش کرتا ہو، ورنہ ایک ساون کے اندھے کو تو ہر چیز ہری ہری نظر آئے گی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ گوہر کی قدر یا تو بادشاہ جانتا ہے یا جوہری قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری۔

فی سبیل اللہ اور عملی جہاد۔

۱۹۔ اب سوال یہ ہے کہ احادیث رسولؐ کی رو سے غزوہ یا جہاد عسکری اور حج کیا یہی دو چیزیں ہیں جو فی سبیل اللہ میں داخل ہیں؟ کیا ان دونوں کے علاوہ اور

---

۱۲ :- بخاری کتاب الایمان ۱/۱۲ نیز کتاب الحج ۱/۲۰۶، مطبوعہ استنبول

کوئی چیز اس میں شامل نہیں ہے، تو اس سلسلے میں ہمیں کافی حدیثیں علم اور تعلیم یعنی جہاد سے متعلق بھی ملتی ہیں۔ اور اس موضوع پر مفصل بحث تو آگے صفحات میں آرہی ہے۔ البتہ بطور نمونہ اس موقع پر صرف چند حدیثوں کو پیش کر کے اس پر مختصر کلام کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱:۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ كَانَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے جب تک وہ لوٹ کر نہ آجائے۔ ۶۳

۲:۔ مَنْ جَاءَ مَسْجِدِيْ هٰذَا لَمْ يَأْتِهِ إِلَّا لِخَيْرٍ يَتَعَلَّمُهُ أَوْ يُعَلِّمُهُ، فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اس مسجد کو محض اس بھلائی کی غرض سے آئے کہ وہ یہاں رہ کر کوئی بات سیکھے یا دوسروں کو سکھائے تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہوگا۔ ۶۴

۳:۔ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا جہاد جابر بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔ ۶۵

۴:۔ أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل ترجہاد ظالم سلطان کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔ ۶۶

۶۳:۔ جامع ترمذی کتاب العلم ۵/۲۹، دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۶۴:۔ سنن ابن ماجہ، مقدمہ ۱/۸۲۔۸۳ (دار الفکر بیروت) صحیح ابن حبان ۱/۲۵۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مسند احمد ۲/۳۵۰ (دار الفکر)، مستدرک ۱/۹۱ (دار المعرفۃ)

۶۵:۔ جامع ترمذی کتاب الفتن ۴/۴۷۱

۵۔ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے۔ ۵۷

۶۔ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ: (اے مسلمانو!) تم مشرکین سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔ ۵۸

۷۔ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَيْدِيكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ: (اے مسلمانو!) تم مشرکین سے اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔ ۵۹

اب ان حدیثوں کی مختصر سی تشریح ملاحظہ ہو۔ پہلی دو حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل علم بھی نہ صرف فی سبیل اللہ میں داخل ہیں بلکہ وہ مرتبہ میں مجاہد فی سبیل اللہ کے برابر ہیں۔ واضح رہے اوپر مذکور حدیث ۵ (جو ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک میں مذکور ہے) وہ حافظ نورالدین ہیثمی (صاحب مجمع الزوائد) کی تصریح کے مطابق امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے جیسا کہ عصر جدید کے مشہور عالم حدیث محمد فواد الباقی نے اپنی ایڈٹ کردہ سنن ابن ماجہ میں صراحت کی ہے ۶۰ نیز امام حاکم نے بھی اس حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ ۶۱

تیسری اور چوتھی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے بڑا افضل ترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے جو ظاہر ہے کہ اہل علم ہی کا کام ہے، اور آخری تین حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد صرف ہاتھ یا تلوار ہی سے لڑنے کا نام نہیں بلکہ

۵۷:۔ مسند احمد ۳/۴۵۶۔

۵۸:۔ ابوداؤد، نسائی، دارمی، مسند احمد،

۵۹:۔ صحیح ابن حبان ۸/۱۴

۶۰:۔ سنن ابن ماجہ مرتبہ محمد فواد عبدالباقی ۱/۸۳، دارالفکر بیروت۔

۶۱:۔ المستدرک مع التلخیص للذہبی ۱/۹۱، دارالمعرفۃ بیروت۔

وہ مال کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے، اور زبانوں کے ذریعہ بھی۔ زبانوں کے ذریعہ جہاد کرنا علمی وقلمی جہاد کا حاصل ہے، اس لحاظ سے وہ اہل علم جو اپنی زبان کے ذریعہ اور اسی طرح اپنے قلم کے ذریعہ دین کو پھیلاتے ہیں یا عصری فتنوں سے لوہا لینے کے لئے تعلیم و تدریس میں مشغول ہیں یا ظالم و جابر حکام کے سامنے حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہ سب مجاہد فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔

اس اعتبار سے ان احادیث میں علمی جہاد کی مختلف شکلیں اسلوب بدل بدل کر بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ اہل اسلام ان حقائق پر متنبہ ہو سکیں۔ دیکھئے ان احادیث میں "فی سبیل اللہ" اور "جہاد" کو کس طرح پیرایۂ بیان بدل بدل کر لایا گیا ہے۔ یہ اہل علم کے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ واضح رہے دور رسالت میں اسلام کا علمی دفاع یا علمی جہاد کا دارومدار زبان یا خطابت پر تھا۔ کاغذ اور قلم کا رواج نہیں تھا۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علمی جہاد کا فریضہ زبانوں سے ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اور چونکہ علمی جہاد کا مقصد "اعلائے کلمۃ اللہ" (اللہ کی بات کو اونچا کرنا) ہے اس لئے یہ مقصد جس ذریعہ بھی حاصل ہو اسے حاصل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام میں ذرائع کے بجائے مقاصد کا حصول اصل ہے ذرائع تو زمانے کی کروٹوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ مگر ایک کور فقیر کے لئے یہ تمام حقائق دفتر بے معنی ہیں

؎ کور را بہ تماشائے گلستان چہ کار

(جاری)